برہان العاشقین

خواجہ گیسو دراز

خواجہ سید محمد حسینی گیسو دراز الملقب بہ خواجہ بندہ نواز بحیثیت عالم ظاہری و باطنی زبردست شخصیت کے حامل تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: '' سید محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی خلیفہ راستین شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی است ۔ جامع است میان سیادت و علم و ولایت' شانے رفیع رتبے و کلام عالی دارد ۔ میان چشت طریقے مخصوص است '' (اخبار الاخیار) ۔

آپ کے جد اعلیٰ مولانا ابوالحسن جندی[1] ہرات سے بزمانہ آخری سلاطین غزنوی ہند ہندوستان تشریف لائے اور ایک معرکہ میں شہید ہوئے ۔ قدیم دہلی میں متصل مسجد انار آپ کا مزار ہے ۔ آپ کے والد سید یوسف المتخلص بہ راجہ المعروف بہ راجو قتال خواجہ نظام الدین محبوب الہی کے مرید اور شاہ برہان الدین غریب کے معاصر تھے۔ محمد تغلق کے دور حکومت میں بوجہ تبدل پائے تخت دیگر مشاہیر صوفیا کے ساتھ دولت آباد تشریف لائے اور یہیں ۷۳۱ھ میں واصل بحق ہوئے ۔ خلد آباد (دکن) میں آپ کا مزار ہے ۔ مولانا میر سید علاؤالدین امیر میران آپ کے جد مادری اور ماموں سید ابراہیم ملک الامرا دولت آباد کے صوبیدار تھے۔ حضرت خواجہ ۷۲۱ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے[2] اور والد ماجد کے ہمراہ ۷۲۹ھ میں نو سال کی عمر میں دولت آباد آئے ۔ والد کی وفات کے بعد ۷۳۶ھ میں دہلی گئے[3] اور ۱۵ سال کی عمر میں حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی سے بیعت ہوئے ۔ علوم ظاہری کی تحصیل مولانا قاضی عبدالمقتدر کندی اور شیخ تاج الدین سے کی ۔ ۷۵۷ھ میں قبل وصال حضرت ممدوح خلافت سے ممتاز ہوئے اور تقریباً چالیس سال تک دہلی میں رشد و ہدایت خلایق میں مصروف رہے اور وہیں چوالیس سال کی عمر میں مولانا سید احمد ابن جمال الدین مغربی کی صاحبزادی سے عقد کیا ۔ امیر تیمور کی تاخت[4] کی وجہ سے ۸۰۱ھ میں معہ متعلقین دہلی کو خیر باد کہا اور گوالیار بڑودہ' چندیری' کھمبایت اور دولت آباد کی سیاحت کرتے ہوئے ۸۰۳ھ میں بایماً سلطان فیروز بہمنی گلبرگہ تشریف لائے ۔ سلطان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ تقریباً بائیس سال قیام کے بعد ۱۶ ذیقعد ۸۲۵ھ واصل بحق ہوئے ۔ '' مخدوم دین و دنیا '' مادہ' تاریخ وصال ہے[5] ۔ آپ کا مزار گلبرگہ میں ہے جس کو سلطان احمد شاہ ولی بہمنی نے جو آپ کا مرید تھا' تعمیر کرایا تھا ۔ آپ کے

۱- تاریخ حبیبی (مترجمہ معشوق یارجنگ) ص ۷-۸' ۱۳۶۸ھ حیدرآباد دکن ۔
۲- سیر محمدی' ص ۶ ۳- ایضاً ' ص ۱۲
۴- جوامع الکلم (مطبوعہ) ۵- سیر محمدی' ص ۲۲۹

پوتے سید شاہ سفیر اللہ ابن سید اکبر حسینی باوجود کمالات باطنی سلطان احمد شاہ بہمنی کے سالار افواج تھے اور سیدشاہ حسین المعروف بہ حسبن شاہ ولی بڑے عارف باللہ تھے جن کو رفاہ عام کے کاموں سے خاص دلچسپی تھی ۔ شاہ حسین سلطان ابراہیم قطب شاہ کے داماد تھے۔ آپ کا تعمیر کردہ تالاب ''حسین ساگر'' حیدرآباد میں مشہور ہے (لطائف اشرفی) ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز کثیر التصانیف تھے[۶] ۔ آپ کی تقریباً تینتالیس تصانیف اب تک منظر عام پر آچکی ہیں ۔ اپنی تصانیف کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں :

''ہر کس کہ دراں حضرت سلوک کرد بہ چیزے مخصوص شد ۔
مابہ سخن مخصوصیم۔خدائے ما را دولت بیان اسرار خویش داد''

آپ نے تصوف و کلام و عقاید کی مستند کتب کی شرحیں اور ترجمے فرمائے جن میں معارف العوارف‌شرح عوارف مصنفہ شیخ شہاب‌الدین سہروردی ' شرح تعرف مصنفہ امام قشیری' شرح آداب المریدین مصنفہ عبدالقادر سہروردی' شرح تمہیدات ہمدانی مصنفہ عین‌القضاۃ ہمدانی' شرح فقہ اکبر فارسی و عربی مصنفہ حضرات امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ ہیں ۔ آپ کی خاص تصنیفات میں استقامات‌الشریعت بطریق‌الحقیقت' عشق نامہ موسوم بہ حضایر القدس' یازدہ رسایل تصوف ' مجموعہ مکتوبات و ملفوظات وغیرہ ہیں ۔ سب سے اہم تصنیف '' اسمار الاسرار '' ہے جس کے متعلق شیخ عبدالحق محدث تحریر فرماتے ہیں کہ '' حقایق و معارف بزبان رمزو ایما الفاظ و اشارات بیان کردہ ''۔ قدیم اردو میں بعض رسایل مثلاً معراج العاشقین جس کو بابائے اردو مرحوم نے شایع فرمایا تھا ۔ نیز شکارنامہ (چیستان راز) فارسی کا دکنی ترجمہ و شرح بھی آپ سے منسوب ہے جو میسور اور حیدرآباد دکن سے شایع ہوچکی ہے ۔ شکارنامہ[۷] فارسی الموسوم بہ برہان العاشقین ایک '' چیستان راز ' ہے جو بطور رمز و ایما ایک مختصر دو صفحہ‌کا رسالہ ہے مگر علم تصوف‌کلام و عقاید اور فلسفہ کا نچوڑ ہے۔ عبدالواحد بلگرامی اس‌کے متعلق فرماتے ہیں کہ '' سخنہائے اہل تحقیق ہر چند ہزل و مزاح واقع شود بیہودہ نیست ...... ازمصلحتے و منفعتے خالی نیست '' ۔

اس چیستان راز کا متن اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ و
آلہ اجمعین قولہ تعالیٰ و تلک الامثال نضربھاللناس لعلھم یتفکرون ۔

بر انکہ ما چہار برادر بدیم از نہ دیہہ' سہ جامہ نداشتند و یکے برہنہ بود۔

۶۔ سیر محمدی ' ص ۱۰۲ ' ترجمہ تاریخ حبیبی ' ص ۶۳ باب ۷

۷۔ شکار نامہ مشمولہ یازدہ رسایل فارسی مرتبہ سید عطا حسین انجینیر مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۶۰ھ

آن بردار برهنه درستے زر در آستین داشت' ببازار رفتیم تا بجهت شکار تیر و کمان بخریم ـقضا رسید ، هر چهار کشته شدیم، بست و چهار زنده برخاستیم، آنگاه چهار کمان دیدیم، سه شکسته و ناقص بودند' یکے دو خانه و دو گوشه نداشت، آن برادر زردار برهنه آن کمان بے خانه و بے گوشه بخرید ' تیرے می بایست ـ چهار تیر دیدیم، سه شکسته بودند و یکے پرو پکان نداشت۔ آن تیرے بے پرو پیکان را بخریدیم و بطلب صید بصحرا شدیم - چهار آهو دیدیم، سه مرده بودند و یکے جان نداشت -آن براد؛ زردار برهنه کمان کش نیر انداز، ازاں کمان بے خانه و بے گوشه آن تیر بے پر و پیکان را برآن آهوئے بے جان زد۔ کمندے می بایست، صید را بفتراک بندیم۔ جهار کمند دیدیم، سه پاره پاره و یکے دو کرانه و میانه نداشت - صید را بدان کمند بے کرانه و بے میانه برمیان بستیم خانه می بایست که مقام کنیم و صید را پخته سازیم ـ چهار خانه دیدیم، سه در هم افتاده بودند و یکے سقف و دیوار نداشت ـ در آن خانه بے سقف و بے دیوار در آمدیم۔ دیگے دیدیم بر طاق بلند که بهیچ حیله دست نمی رسید ـ مغا کے چهار گز زیر پائے کندیدیم که دست به آن دیگ رسید ـ چوں شکار پخته شد ، شخصے از بالائے خانه فرود آمد که بخش من بدهید که نصیبے مفروض دارم ـ برادر کامل و مکمل در کمین نشسته بود۔ استخوان شکار را از دیگ بر آورد و بر تاک سروے زد - درخت سجندے از پاشنه پائے او بیرون آمد، بر سر آن درخت زرد آلو رفتیم، خربزه کاشته بودند، بفلا خن آب می دادند ـ ازاں درخت بازنجان فرود آوردیم و قلیه زرد کے ساختیم و باهل دنیا گزاشتیم۔ چنداں خوردند که آماس شدند ، و پنداشتند که فربه بشدند، بدر خانه نتوانستند رفت و در نجاست خود ماندند و ما به آسانی از کید آن خانه بیرون شدیم، و بر در خانه بخفتیم و به سفر روانه شدیم ـ والوالا لباب تعرف این حالات را باز نمایند ـ

اردو ترجمه

قصه یه ہے که هم چار بهائی تهے (علیحده علیحده) نو گاؤں کے ـ ان میں سے تین کے پاس لباس موجود نه تها اور ایک بالکل برهنه تها ـ مگر اس برهنه بهائی کی آستین میں یعنی هاته میں کچھ زر نقد موجود تها ـ هم چاروں مل کر بازار گئے تا که شکار کهیلنے کے لئے تیر و کمان خرید لائیں ـ سوءاتفاق که موت کا وقت آن پہنچا اور هم چاروں موت کے گهاٹ اتار دئے گئے، مگر طرفه یه که (بجائے چار کے) چوبیس زنده اٹھ بیٹھے ـ اس وقت هم کو چار کمانیں نظر پڑیں، جن میں تین تو ٹوٹی هوئی ناقص تهیں ، اور ایک میں تو دو نو چلے اور گوشے هی نه تهے۔ اس زردار برهنه بهائی نے اس بے خانه اور بے گوشه کمان کو خرید لیا - اب تیر کی ضرورت تهی، چار تیر نظر پڑے - تین ٹوٹے هوئے تهے اور ایک تیر بے پر و پیکان تها - غرض هم نے اس بے پر و پیکان تیر کو خرید لیا اور شکار کے لئے جنگل روانه هوئے ـ چار هرن دکهائی دیئے' تین تو مرده تهے اور ایک بے جان تها ـ اس زردار برهنه

بھائی نے جو کماندار اور تیرانداز تھا اس بے خالہ اور بے گوشہ کمان سے اس بے جان ہرن کو مار ڈالا ۔ اب ایک کمند کی ضرورت تھی تا کہ اوس شکار کو باندھ لیں ۔ اتنے میں ہم کو چار کمندیں مل گئیں ، جن میں تین تو ٹکڑے ٹکڑے تھیں اور ایک تو ایسی تھی جس میں کوئی انی تھی اور نہ میانہ تھا۔ ہم نے اوس شکار کو اس بے انی اور بے میانہ کمند میں باندھ لیا ۔ ہم کو ایک مکان کی ضرورت تھی تا کہ شکار کو پکائیں ۔ ہم نے چار مکان دیکھے جن میں تین تو گرے پڑے تھے اور ایک میں نہ تو دیواریں تھیں اور نہ چھت ۔ خیر ہم اس بے درو دیوار اور بے چھت کے مکان میں داخل ہوئے ۔ دیکھا کہ ایک ایسے بلند طاق پر ایک دیگ رکھی ہوئی ہے کہ کسی طرح وہاں تک ہاتھ پہنچ ہی نہیں سکتا ۔ تو ہم نے اس کے نچلے حصے میں ایک پانچ گز کا گڑھا کھود ڈالا، تو وہاں سے ہمارا ہاتھ دیگ تک پہنچ گیا ۔ جب شکار اس دیگ میں پک کر تیار ہوگیا تو اوس گھر کے اوپر سے ایک شخص نیچے اتر آیا اور کہنے لگا کہ ہمارا مقررہ حصہ دے دو ، کیونکہ وہ تو میری قسمت کا ہے ۔ ایک بھائی بڑا کامل و اکمل جو تاک میں بیٹھا ہوا تھا، اوس نے دیگ سے شکار کی ہڈی نکالی اور اس کے سر پر دے ماری ۔ اس شخص کے پاؤں کی ایڑی سے ایک سنجد (خوبانی) کا درخت پیدا ہوگیا ۔ ہم اس خوبانی کے درخت پر چڑھ گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک خربوزہ کی بیل لگی ہوئی ہے اور اس کو گوبھن سے پانی پہنچا رہے ہیں ۔ ہم اس بازنجان کے درخت سے اتر آئے اور زردک یعنی گاجر کا قلیہ پکا ڈالا اور اس کو دنیا داروں کے نذر کردیا ۔ انہوں نے اس کو مزے لے لے کر اتنا بے حلق ہوکر کھایا کہ تمام جسم پر سوجن چڑھ گئی اور وہ یہ سمجھے کہ ہم خوب موٹے ہوگئے ہیں، اور اتنے موٹے کہ گھر سے باہر نکلنا بھی دشوار ہوگیا، اور وہ اس نجاست میں پھنس کر رہ گئے، اور ہم اس پر قریب مکان سے باسانی نکل آئے اور اپنے گھر کے دروازہ پر سو رہے ۔ جب آنکھ کھلی تو اپنے (اصلی) سفر عقبی پر روانہ ہوگئے ۔

دانشمند اصحاب اس گتھی کو سلجھائیں کہ یہ کیا معاملہ ہے ۔

(۲)

بعض محقق صوفیائے علماء نے اس چیستان راز کی شرحیں لکھی ہیں جن میں شیخ حسن محمد چشتی گجراتی (متوفی ۹۸۲ ھ)، عبدالواحد بلگرامی (م ۱۰۱۷ ھ) مولانا سید محمد کالپوی ابوالعلائی (م ۱۰۷۱ ھ) اور شاہ رفیع الدین دھلوی (م ۱۲۳۰ ھ) قابل ذکر ہیں ۔ سب سے آخری شرح علامہ قاسم علی بیگ اخگر حیدرآبادی (مولفہ ۱۲۹۰ ھ) کی ہے ۔ یہاں پر اسی شرح سے تشریحی اقتباسات ترجمہ کرکے پیش ناظرین ہیں ۔ اخگر حیدرآبادی (۱۸۷۰-۱۹۵۵) بہت بڑے عالم، فارسی و عربی کے منتہی تھے۔ علم کلام، تصوف ، منطق و فلسفہ، اشراق، علم جفر و تکسیر اور طبیعیات میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف پچھتر سے زاید ہیں۔ آپ کی ضخیم تصانیف میں (۱) شرح ھیاکل النور مصنفہ شیخ الاشراق

دو جلد (۲) غایت الفتوح فی حقیقت الروح ایک جلد (۳) الاصول العامہ فی الامور العامہ اردو دو جلد (۴) شوارق البوارق شرح قصیدہ بو علی سینا ایک جلد (۵) الرسالۂ الاولی فی الوجود ایک جلد (۶) قسطاس القیاس اور معالم العوام (علم کلام اردو) دو جلد (۷) کتاب النفس (فارسی) (۸) حمایت المنطق دو جلد (۹) مصباح الظہور (جو آیت نور کی تشریح اور شیخ الاشراق شہاب الدین مقتول، شیخ ابن عربی اور مجدد الف ثانی کے نظریوں پر مشتمل ہے) ایک جلد (۱۰) کشاف الجفر دو جلد (۱۱) دواوین فارسی چار جلد (۱۲) مثنوی چندر بدن مہیار (فارسی) وغیرہ ہیں۔ قصاید فارسی اور بعض مختصر رسالے طبع ہوچکے ہیں، بقیہ قلمی مسودے بخط مصنف ان کے صاحبزادے مرزا عابد بیگ عابد کے پاس، حیدرآباد دکن میں، محفوظ ہیں جو بوجہ مالی مشکلات طبع نہ ہوسکے۔

شرح برھان العاشقین فارسی (شکارنامہ) چیستان راز، یازدہ رسایل حضرت خواجہ گیسو دراز کے ساتھ مولوی حافظ عطا حسین انجینیر حیدرآباد دکن نے شائع کردی ہے جس کے اقتباسات اور تراجم درج ذیل ہیں۔

رسالہ شکارنامہ (چیستان راز)، مصنفہ ولی کامل محقق صوفی، قطب الاقطاب خواجہ بندہ نواز، سید محمد گیسو دراز حسینی قدس سرہ العزیز۔

این تمام رسالہ مملوست باستعارات دقیقہ و کنایات عمیقہ و اشارات انیقہ و عبارات رشیقہ کہ جودت ذہن ہر منتہی چون مبتدی بدقیق معانی او نارساست و تجسسات فکریہ تحقیق مطالب او بے دست و پاست، اگرچہ بعضے از صاحبان طبع سلیم و مستعدان عقل مستقیم در شرح آن کوشیدہ اند چنان کہ کوشیدہ اند اما جرعہ از جام حقیقت آن ننوشیدہ اند۔ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ درین رسالہ فیض استحالہ حقیقت احدیت واجب الوجود را بطریق تنزلات تا بمرتبہ شہود بصورت ہائے بوقلمون بطور چیستان بیان فرمودہ۔ بیت

ز دریا موج گوناگون بر آمد از بیچونی برنگ چون برآمد

و در آخر رسالہ نوشتہ کہ ارباب حقیقت واولوالالباب معرفت سر این خیالات باز نمایند۔ بدانکہ وجود من حیث ہو ہو اعم است از ذہنی و خارجی و خاص و عام و مطلق و مقید بلکہ این جمیع مراتب وجود ست۔ اما بشرط لا یکون معہ شیئاً مرتبہ احدیت است و مقام جمع الجمع و بشرط جمیع کمالاتش کہ لازمہ اوست و احدیت در مقام جمع است۔ و از مرتبہ لا بشرط لا شئی مرتبہ ہویت است کہ تجلی کردہ در مرایائے عالم تفصیلاً و در آئینہ جامعہ انسانیہ اجمالاً۔ ع

لقد صار قلبی قابلاً کل صورہ فمرعی لغزلان و دیراً لرھبان

و ہر اسمے از اسمائے الہیہ اورا صورتے ست معنویہ در علم کہ حکما آنرا ماہیت خوانند و عرفا عین ثابتہ گویند۔ بدانکہ انیت اسما در حروف انیت حروف

در انفاس و انیت انفاس در ارواح و انیت قلوب در مقلب القلوب است ـ رباعی لراقمه ـ

در کالبد خاک بین ما چو نیم — چون نے به ترانہائے گوناگونیم
نقشے که بلوح دل ما پرسازست — یک نغمه راز این گراما فونیم

بدانکه جلیس متفکر نفس است، و جلیس ذاکر خود حق تعالیٰ است ’’ فاذکرونی اذکرکم ـ‘‘ ذکر نتیجه معرفت و محبت است و مقدمه وصول الی الله و فکر مقدمه توبه است فافهم ولا تغفل

بعد حمد و صلوٰة خواجه فرماید بدانکه ’’ ما چهار برادر بودیم ‘‘ـ مراد از ’’ ما ‘‘ ذات احدیت جمع است، و این عبارت است از ظهور حق بطریق جامعیت، زیرا که در مرتبه احدیت من حیث الذات جمیع اسما و صفات متحد بالذات باشند، و احدیت محضه بے تعین اسما و صفات بود و گفته اند که تعین اول عبارتست از تعین اسم الله من حیث الوجود العلمی، و هر اسمے از حیثیت این مرتبه جامع بود برجمیع اسما و صفات ـ والله عبارتست از ذات مستجمع جمع صفات کمالیه، واحدیته ذات من حیث الفردانیت بدو وجه بود، یکے غیب الذات که معنی او حقیقت که در غیب الحق بود و دیگر مرتبه اسمائے ذات ست که من حیث الوحدت الحقیقه الاسمائیه بود ؛ و این مشاهده اسمائے ذات بود از مرتبه غیب ذات مع قطع النظر عن التمیز و الاختصاص ـ و اسمائے الهیه عبارتست از تعینات ذات حق بوصف خاص علیم و حکیم و قدیم، و معنی تعین آنست که باو امتیاز شئے از غیر پدید آید، بحیثیتے که غیر درو مشارک نبود، و شاید که تعین عین ذات بود ـ و گفته اند که همه تعینات اعتبار یه اند، چون تعین واجب الوجود و امتیاز او از وجود بعد از مرتبه احدیته محضه احدیته جمیع است، لهذا گفت که ما بجمیع وجودها و صفاتها چهار برادر بودیم از یک پدر که آن هستی محض و هر برادری را حکمے و اعتبارے ست، اول واجب الوجود دوم ممکن الوجود، سوم ممتنع الوجود، چهارم عارف الوجود ـ

واجب الوجود آنکه ذات مقتضی وجود او باشد و در بقائے خود محتاج بغیر نبود ـ و معنی وجود کون و صیرورات است ـ و عرفا گفته اند که وجوب و امکان و امتناع امور اعتبار یه اند، یک و دو و چهار وجودے در خارج نیست ـ

اما سوم که آن امتناع است او را ثبوتے نباشد اصلاً در ذهن یا در خارج ـ و عرفا در معنی ممتنع الوجود چیزے بالاتر رفته اند که بیان آن آینده خواهم کرد ـ وجوب اقتضائے لذاته دارد و بے فیض همیشه موجود نتواند شد ـ امکان، سابق بر وجود است زیرا که محتاج با یجادست

اعیان ممکنه منقسم اند به جوهریت و عرضیت، و مجموع اعیان جوهریت متبوعات اند و اعیان عرضیت توابع ـ جواهر یا بسیط اند در عقل و در خارج چون عقول و نفوس مجرده یا بسیطه اند در خارج، چون اجسام بسیطه، یا مرکب از اجسام بسیطه، چون مولدات ثلاثه، و هر عینے از اعیان جوهریه و عرضیه منقسم است باعیان اجناس عالیه و سافله و هر واحدے بنوعے از انواع، و هر یکے ازین

منقسم اصناف و اشخاص است فافهم ۔

متکلمین گفته اند که وجود واجب نفس حقیقت اوست ، بر حقیقت نیست ، اگر وجود زائد بر حقیقت باشد عارض خواهد بود، خود من حیث هو مفتقر بغیر بود، و ممکن لذاته گردد ، و این امر مناف وجوب است ۔ بعض متصوفین گفته اند که واجب الوجود بمعنی لازم الوجود است که بواسطه وجود واجب وجود خاکی انسانی است ، که این وجود جسمانی بر وجود روح لازم است یعنی بغیر این وجود جسمانی روح را از عالم غیب در عالم شهادت ظهور نیست۔ محققین فرموده اند که نور حقیقی است اجلی که شعاع جوهریت او همه عالم را فراگرفته است ، و الله جل شانه به لمعات اسم نور درهمه عالم ظهور صفت ابداعیت دارد که الله نور السموات و الارض اشارت به آنست ۔

متکلمین گفته اند که نور عبارت است از ظهور لون فقط ۔ نیز زعم کرده اند که همه آن ظهور مطلق است که ضو باشد ، مقابل او خفائے مطلق است که آن ظلمت است ، و بین النور و الظلمت ظل است ، و ازیں جهت است که گفته اند " مشاهده الابرار بین التجلی و الاستتار "۔ زیرا که محض تجلی نور هم دیده را خیره کند و بینائی تاب رویت آن ندارد "فلما تجلیٰ ربه للجبل فجعله دکا و خر موسیٰ صعقا "۔

بدآنکه شیئے را ظهورے که از ذات خود باشد چنانچه لمعان شمس و نار آنرا ضو گویند و اگر از جانب غیر خود باشد نور است۔ گاهے از مضی ملون تنها، انعکاس ضو بغیر خود می باشد ، و گاهے ضو و لون هر دو منعکس می شوند ۔ و ضو کیفیتے است کہ لیه بذاتها از حیثیتے که آن شفاف است ۔ و گویند صحت کونیه شئی اگر توقف مرئیت او باعتبار غیر نباشد آن ضو بود و الا لون است ۔

شیخ الاشراقین در حکمت الاشراق فرموده که هر شئی فی نفسهم نور باشد یا ظلمت و نور حقیقت بسیط است و ظلمت عدم نور است ۔ و نور مجرد مشار الیه نتواند شد ، البته نورے که عارض جسم در خارج باشد قابل اشاره حسی بود ، چون نور شمس و کواکب ۔ و نیز می فرماید که هر شئے که آن نور لنفسه بود نور مجرد است ، اگر نور غیر مجرد بود یعنی عارضی باشد ، پس نور لنفسه نخواهد بود ۔ اگر نور عارض قایم بمجردات باشد یا باجسام نور لنفسه نخواهد بود ، زیرا که وجود اولغیره بود ، پس نور هم لغیره باشد ۔

و نور مجرد و محض نور لنفسه بود به سبب قیام او بذات خود ، فتامل ۔ دوم ظلمت که بمقابله نور است و آن بر سه قسم است، اول ظلمت حقیقی که رویت او بهیچ وجه ممکن نیست ۔ دوم ظلمت محسوس که آن به مقابله نور صبح هویدا ست، و شرف ظلمت آنست که واسطهٔ ادراک نور مطلق می شود به سبب تنزل در عالم محسوس یا غیب یا شهادت۔ و آن در مراتب ظلمات امکان امتزاج و اتصال است با نور حقیقی که اخرج النور من الظلمات ۔ مرتبه سوم ضیا ست جمعیت نور و ظلمت است، و حقیقت آن ممتزج گشته از طرفین و برزخیت میان وجود و عدم، زیرا که نور صفت وجود است و ظلمت صفت عدم، و ازیں جهت است که اصل

ممکن را به ظلمت وصف می کنند و آن مقدار نورانیت که ممکن را حاصل است به سبب وجود است که به واسطه آن از کتم عدم ظهور کرده است ـ الخ ـ

" از نه ده " مراد از ده اول امر است، دوم عقل، سوم نفس، چهارم هیولا، پنجم طبیعه، ششم جسم، هفتم افلاک، هشتم ارکان، نهم مولد است ـ شاید که مراد از نه‌ده اول هیولائے اولی ست و آن عالم اعلی و صورت اولی و عنصر اولی است که در افق عرش لا الاهو سبحانه تعالیٰ است، استمداد نور و حکمت و فضایل از و می کند ـ پنجم عنصر جرمی و آن عنصر جسمانی است که استفاضه از طبیعت می کند ـ ششم عالم جمادی، هفتم عالم نباتی، هشتم عالم انسانی: فتبارک الله احسن الخالقین ـ و شاید که مراد از نه دیه اول عقول محضه است که انوار عقلیه قاهره اند ـ دوم نفوس مفارقه که جواهر عاقله و انوار مدبره اند ـ سوم نفوس منطبعه افلاک ـ چهارم صور نوعیه سموات پنجم صور کواکب ـ ششم طبایع اربعه ـ هفتم بسایط کلیات عناصر، هشتم صورت‌جسمیه، نهم از هیولائے فلک الافلاک تا هیولائے عالم کون و فساد ـ و شاید که مراد از نه افلاک باشد اول انسب است بعد ازان دوم ـ

سه برهنه بودند: یعنی واجب الوجود، عارف الوجود و ممتنع الوجود، به احکام مراتب خود از شائبه کثرت در ممکن وحدت و برتر از کل ها وصف به نعت له ـ و مراد از برهنگی تنزیه است ـ واجب در اول مرتبه ذات خود من حیث هوهو یعنی لا بشرط شیئی منفرد بود از جمیع نسب و اشارات، و بری از همه نعوت و اسماء و صفات ـ و ذات احدیه او عین وجود، نه بشرط لا تعین و نه بشرط تعین، بلکه من حیث هوهو یعنی غیر مقید باطلاق و تقید و تنزیه ـ نیز دران مرتبه غیر از تحدید وجودے نداشت، چه جائے آنکه به تشبیه تصور کنند که بقید تقید در آید ـ حضرت شیخ محی‌الدین ابن عربی رحمة الله علیه می فرماید، بیت:

فان قلت بالتنزیه کنت محدداً　　　وان قلت بالتشبیه کنت مقیداً

بدانکه جوهر ماهیت است غیر وجود لا فی موضوع که وجود آن جوهر است و ممتاز از غیر خود از موجودات، همچنین عرض نیز ماهیت است موجود فی موضوع که اگر در ذات موجود یافته شود وجود او زاید علی الذات باشد ـ

مگر ذات مطلق او تعالیٰ بری است از شوایب جوهریت و نقایص عرضیت زیرا که وجود محض است، حاضر بذاته، بغیر تغیر در تحقیقت و صرفیت ذات از همه اشارات و نسب مبرا، و از همه نعوت و اسما و عبارات معرا ـ ازینجاست که گفته اند: "الواجب لیس بجوهر و عرض ـ"

عارف الوجود نیز مرتبه ذات است که منزه از همه هستیهائے احتیاجیه و بهستی خود قائم و علمه، لذاته بذاته ـ بیت:

من خدایم من خدایم من خدا　　　محض علمم از همه عالم جدا

ممتنع الوجود: این مرتبه سلب وجود است از غیر بمقابل واجب الوجود، چنانچه ما گفته اند که در ازل‌الازل بجز ذات احدیه‌مقدسه هیچ شئے را ایجابیت وجود نبود، ای " لا شئی الا الله "، " و لیس کمثله شئی "

ع

از لیت تو ساری ابدیت تو جاری — به بقائے خود باق ھ.ہ عالم است فانی

''یکے جامه نداشت''۔ آن ممکن الوجود است که جامه' وجود خارجی هنوز در بر نداشت ، و ممکن دو جهت دارد که وجود او ضروری باشد و نه عدم او ضروری ۔

'' آن برادر برهنه قدرے زردر آستین داشت '' و جامه نداشتن هم حکم برهنگی دارد و زر در آستین داشتن کنایه است که از گنجینه کنت کنزاً مخفیاً از حقیقت معرفت الهیه بقدر ضرورت ذاتیه وجودیه خود با خویش داشت ۔

'' ببازار رفتیم تا جهت شکار تیر و کمان بخریم '' ببازار کثرت وجودیه رفتیم که آن دنیا ست که الدنیا مزرعه' آلاخره ، هرچه‌درین جابکاریم ببرد اریم ۔ درین بازار بجهت شکار غزلان معارف حقایق اسمائیه و کونیه الهیه به تیر سعی که لیس للانسان الا ما سعی است و کمان توجه نفس ،تا رجوع الی الله با شیم بخریم ۔

''قضا رسید'' یعنی باقتضائے حکمت الهیه و مشیت ازلیه ۔

'' هر چهار کشته شدیم '' - این هر چهار وجود در وجود نشا' انسانی جذب گردید ند ' و بفحوائے '' انی جاعل فی الارض خلیفه '' بظاهریت گوناگون از مکمن آن جهان ' درین جهان سربر آورد ' پس حقایق جمیع موجودات در علم و اعیان مظاهر حقیقه' انسانیه اند ' و حقیقت انسانیه مظهر اسم جامع ' و اهل ازین جهت که ظهور حقیقت انسانیه در عالم است ' عالم را انسان کبیرمی خوانند ' و حقیقه انسانیه را ظهورات است ۔

در عالم انسانی اجمالاً ، اول مظاهر انسانیه صورت روحیه مجرده است مطابقه با طبیعت کلیه و بصورت اعضائیه مطابق است باجسام عالم کبیر ، و این تنزلات در مظاهر انسانیه مطابقه حاصل آمده است میان نسخه صغیر و کبیر ' اما عالم انسان کبیر است بمعنی و صغیر ست بصورت۔ جمیع تجلیات ذاتیه و اسمائیه و صفاتیه در عالم کبیر مضمر و متمکن است و لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ ملائکه سبوحین گفتند لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الخ ۔

بست و چهار زنده برخاستم۔ این چهار وجود که حقیقت انسانیه استتار داشتند حقیقت احدیه بودند مشتمل بر غیب مطلق بصورت کثرت علمیه از حیثیات و خصوصیات خود اسمے و رسمے بر گرفتند۔ و بصورت بست و چهار مظاهر پدید آمدند و می هذا ۔ لاهوت' جبروت ' ملکوت' ناسوت' عقل کل' نفس کل ' عقل کلی ، روح اعظم' نفس نباتی' نفس حیوانی' نفس انسانی' قلب' روح ' شعور ' نور' نفس اماره' نفس لوامه ' نفس ملهمه' نفس مطمئنه' زمان' مکان' جهت ' تعین ۔

''آنگاه چهار کمان دیدیم' سه شکست بودند و یکے هر دو گوشه و هر دو خانه نداشت''۔ مراد از چهار کمان یعنی عالم اعیان خارجیه' عالم ارواح' عالم مثال و عالم اشباح - مراد از شکسته بودن سه کمان یعنی ۱۔ عالم اعیان خارجیه ۲۔ عالم ارواح ۳۔ عالم مثال ۔ اول از حیثیت تعینات عدمیه است و امتیاز اعیان ازوجود مطلق راجع است بعدم۔ و نزد اهل الله مخلوق عدم است والوجود کله لله۔

عالم ارواح : تعین جوهرے ست مجرد از عوارض اجسام والوان و اشکال ۔

عالم مثال: عالم لطیف است، برزخ میان عالم مجردات، و دریں عالم همه اجسام مجرده اند از مواد مثل مجردات مگر امتداد آنها مثل امتداد اجسام است مگر غیر وصل و فصل ۔

عالم اشباح: عالم شهادت است که آن عالم امکان است ۔

"یکے هر دو گوشه شکسته بود" یعنی ممکن که نه وجود او ضروری بود نه عدم او ۔

"هر دو خانه نداشت" یعنی سلب ضرورت یکے از طرفین که لازم او بود "و عالم اشباح" که از ممکنات است و عالم شهادت است و آن عرش و کرسی و فلک اطلس است که محدد جهانست و این همه بساط اند و طبیعت خامسه غیر طبائع عناصر دارند ۔

"آن برادر برهنه زردار" یعنی ممکن الوجود که زر وجود از خزانه واجب الوجود در آستین داشت ۔

"کمان بے گوشه و بے خانه را بخرید" که آن مکان است که سلب ضرورت یکے از طرفین دوران است پس این بے گوشه و بے خانه کمان را جانب سلب ضرورت عدم بخرید ۔

تیرے می بایست: یعنی استعداد او تا بواسطه آن شکار حقیقت کونیه شود ۔

چهار تیر دیدیم: سه شکسته بودند و یکے پر و پیکان نداشت ۔

مراد از چهار عناصر است، آن آتش و باد و آب و خاک است، از یک تاسه پراگنده بودند ۔ یعنی بخود جمعیتے و ثباتے نداشتند، و یکے که آن چهارم است، پر و پیکان نداشت یعنی خاصیت متحرک بالاراده نه بودن و موثریت در اجسام کونیه نداشت ۔

"تیر بے پیکان خریده به طلب صید بصحرا شدیم" یعنی بحصول طبیعه کلیه در طلب حقیقتے که در عالم انسانیت بود بصحرائے شهود آمدیم ۔

"چهار آهو دیدیم، سه مرده بودند و یکے جان نداشت" مراد از چهار آهو، طبایع اربعه است و تشبیه آهو بطبایع ازان جهت است که هنوز صفت گیرندگی با یک دیگر نداشتند بلکه صفت فراریت در ذات ایشان تعبیه بود۔ مراد از سه مرده بودن این است که آتش و باد و آب از جهت عدم مزاج و امتزاج با یکدیگر مثل مرده بودند ۔ یکے جان نداشت، یعنی خاک به سبب عدم مزاج و امتزاج با ایشان متحرک نبود ۔

"برادر برهنه زردار کمان کش تیر انداز ازان کمان بے گوشه و بے خانه تیر بے پر و پیکان را بران آهوئے بے جان زد"۔ یعنی ممکن الوجود که از خزانه واجب الوجود زر وجود در آستین داشت از کمان بے گوشه و بے خانه تیر بے پر و پیکان که آن سلب ضرورت یکے از طرفین است، بران آهوئے بے جان یعنی خاک که بسبب عدم مزاج و امتزاج باطبایع اربعه غیر متحرک بود از جانب عدم سلب ضرورت زد ۔

"کمندے می بایست تا صیدارا بفتراک بندیم" ۔ مراد از کمند مزاج است

تا صید طبعیت را که در خاک افتاده بود بفتراک تفریح باهمی به بندیم -

''چهار کمند دیدیم سه پاره پاره بردند' و یکے هر دو ' کرانه و میانه نداشت''. مراد از چهار کمندکه‌ان جسم مطلق، جسم نامی، جسم حساس ومتحرک بالاراده ، جسم ناطق - سه جسم خصوصیات ذاتیه علیحده علیحده بودند ، یعنی جسم قابل ابعاد ثلاثه و جسم حساس و متحرک بالاراده مصدر احساسات و تحریکات ارادیهٔ حیوانیه ' و هر یکے خاصیتے و حکمے جداگانه داشت بحیثیت جمادیت مجرد بحیثیت نباتیت شجر و بحیثیت حیوانیت بالاراده مشهور - و آن یکے که هر دو کرانه و میانه نداشت جسم ناطق است که باوجود جسمیت و نامیت و حساسیت و متحرک بالاراده بودن دریا بندهٔ معقولات است ، و آن روح انسانی ست که مظهر حقیقت امریهٔ الهیه است' و بصورت روحیه مجرده مطابق باطبیعت کلیه ، و بصورت اعضائیه مطابق با اجسام بسیط است ، و مراد از هر دوکرانه و میانه نداشتن این است که روح نه داخل جسم است و نه خارج و نه حال در درمیان محل ' چون روح از عالم امر است از قید جسم و جسمانی بودن بالکلی مبراست ' و مجرد از همه ادناس قیود و معاقد عقود است و هیچ بندے از آلایش اجسام پائے آزادی اورا بسته نمی توان کرد' و نه نظر خیال در لوح و هم‌صورت ذاتی اورا به نفس وجود صورتے منقش توان نمود -

هبطت الیک من المحل الا رفع ورقاع زات تعزز و تمنع
محجوبه‌ عن کل مقله عارف وهی التی سفرت ولم تتبرقع

و روح را از عالم امر با جسم نسبتے که هست آن را نفس گویند، خواه نباتی باشد یا حیوانی یا انسانی و انقطاع این نسبت موت است- و مراد از کل نفس ذایقة الموت همین انقطاع نسبت است- باری تعالیٰ به نفس انسانی قسم یاد کرده است '' و نفس و ما سواها فا لهمها فجورها و تقواها ''- بدانکه عرفائے محققین گفته اند که برزخے که روح را بعد از مفارقت بدن از نشاٴ دنیاویه درانجا قیام خواهد بود غیر ازین برزخ است که درمیان ارواح مجرده و اجسام است' زیرا که مراتب تنزلات وجود و معارج او دو نسبت دارند' یکے مرتبه که پیش از نشاٴ دنیاویه بود' و دیگر مرتبه که بعد ازان باشد از مراتب معارج و آن مرتبه عروج است و صوری که لاحق ارواح شود در برزخ دیگر، صور اعمال و نتیجهٔ افعال سابقه است در نشاٴ دنیاویه ، به خلاف صور برزخ اول - هر آئینه از جمیع وجوه هر دو یکے نباشند البته شریک‌اند که هر دو عالم روحانی و جوهر نورانی‌غیر مادی اند، مشتمل بر مثال صور عام، و برزخ اول راغیب امکانی و ثانی راغیب محالی گویند، فافهم -

و عالم مثال عالمی ست روحانی از جوهر نورانی شبیه بجوهر جسمانی ازان رو که محسوس است، و شبیه بجو هر مجرد عقلی، ازان وجه نورانی است - پس این عالم نه جوهر عقلی مجرد است و نه جسم مرکب مادی' بلکه برزخ است، وحد فاصل میان این هر دو برزخ که میان دو شئے بود با نصیبے از طرفین شبیهٔ بجهتین، و مشتمل است بر صور عالم جسمانی و مثال صوری که در حضرت علمیه

الهیه اند صور اعیان و حقایق است و عالم مثال را خیال منفصل نیز گفته اند زیراکه غیر مادی است، و هر معنی از معانی، و روح از ارواح او را مثالیه مطابقه است بکمالات او، فافهم۔

"صید رابآن کمند بے کرانه و بے میانه بربستیم"۔ یعنی نفس ناطقهٔ انسانی را بر کمند جسمانیت بر بستیم که بے کرانه و بے میانه یعنی نه داخل جسم بود نه خارج جسم۔ "خانه می بایست که مقام کنیم و صید را پخته سازیم"۔ و آن ضرورت خانه تن است که بغیر قیام اینجا صید روح را پخته نمی توان کرد، یعنی مکمل نفس انسانی را راست این خانه می بایست که روح بغیر جسم درین جا، هیچ کار نمی توان کرده که حصول سعادت حاصل این مزرعه فیض اکتساب است ع

از رباط تن چوبگذشتی دگر معموره نیست　　زاد راهے بر نمیداری ازین منزل چرا

"چهار خانه دیدیم سه درهم افتاده ویکے سقف و دیوار نداشت"۔ مراد از چهار خانه چهار عناصر است، و سه درهم افتاده یعنی آتش و باد و آب درهم افتاده بودند۔

"و یکے که سقف و دیوار نداشت"۔ مراد ازین عنصر خاک است و این خانه سقفے که مانع آثار علویه باشد، نداشت، و دیوارے که استقرار خاصیات طبیعت را استقلالے باشد نبود۔ یعنی به سبب سقف وجدار نبودن این خانه خاک از حوادث زمانیه، تغیرات امکانیه مصئون و محفوظ نبود۔

"دیگے دیدیم بر طاق بلند نهاد که بهیچ وجه و حیله دست بان دیگ نمی رسد"۔ مراد از دیگ طبیعت است که دران استطقسات متخالفته الکیفیات را مزاجے و اتحادے حاصل آید بازاز یکدیگر جدا نمی شوند تا حکم اقتضائے مشیت الهیه بر آنها صادر گردد۔ و مراد از طاق بلند فلک نفس است، چنانچه حکم مجریطی گفته که فلک نفس درمیان چار افلاک واقع شده، و بالائے او دو افلاک روشن و مهذب، و آن هیولائے اولیٰ و عقل است و تحت او دو افلاک مظلمه که آن طبیعت و عنصر است، پس اگر غالب گردید آثار هر دو فلک اعلیٰ که نیرهٔ فاضله سعیده اند، مصیر و مستقر آنها فردوس اعلیٰ است و نفس ازان مستعد و منبعث گردد، و اگر غالب گردید، آثار هر دو فلک مظلمه رزله که مصیر و مستقر آنها نار اسفلی است، نفس مستمد و منبعث ازان گردد، و ابداع نفوس بهیمیه و نباتیه و جمادیه نه از عقل مستمد می گردد و نه از هیولائے عالیه که در آنها جاعلیت این هر دو نفوس نیست، البته هر دو فلک اسفل که طبیعت و عنصر است مصیر و مستقر اینها خاک است، خاک از ینها منبعث مستمد می گردد بتقدیر عزیز علم، پس طبیعت دیگ است که بالائے طاق بلند که آن فلک آخر است نهاده اند، و بر استحصال طبیعت کریمه هیچ حکیمے را قدرتے حاصل نیست مگر از فیضان قوت وهبیه باری تعالیٰ جل شانه۔

"چهار گز زیر پائے کندیم تا دست بآن دیگ رسید"۔ چون حصول طبیعت کریمه از نفس فلکیه بغیر از استطقسات محال بود بمقدار گنجائش چهار

عناصر که زیر فلک آخر آخرلد تدابیر حکمیت نکنند ، از نفس فلکیه حصول طبیعت کریمه که آن طبیعت خامسه است نمی توان کرد، و مراد از کندیدن این است که چون حکما خواهند که استحصاله طبیعت کریمه کنند که آن حضره می کنند و دران حضره تبعفین تحصیل طبیعت کریمه می نمایند۔ ''چون شکار پخته شد شخصے از بالائے خانه بیرون آمده گفت که بخش من بدهید که نصیب مفروض دارم''۔ چون طبیعت کریمه با چهار عنصر مزاج گرفت، نفس طبیعیه از بالائے نفس فلکیه فروو آمد که من نصیب مفروض دارم یعنی بقدر استعداد و قابلیت من بخشے باید داد، پس اول نصیبے از نفس نباتی گرفت و در نمو آمد۔ '' برادر کامل مکمل درکمین نشسته بود، استخوان شکار ازان دیگ بر آورد هبر تارک وے زد ''۔ یعنی روح حیوانی که درکمین طبیعت نشسته بود و در دیگ نفس طبیعت پخته و باهم مزاج یافته سخت مثل استخوان گردیده بود، بر تارک وے یعنی نفس نباتی که از دیگ طبیعت حصه خود طلب می کرد، زد یعنی بر نفس نباتی روح حیوانی غلبه نمود۔ '' درخت زرد آلو از پاشنه پائے وے بیرون آمد ''۔ مراد از زرد آلو بمناسبت زردی همه زوست که مرد برهنه را در آستین بود ، و از لفظ زردهم زر به تخفیف دال حاصل می آید، یعنی زر حقیقت وجود به مراحل اسمیه و منازل رسمیه بذوات مختلفه و صفات مشخصه از زر '' زرد آلو '' شد ، و مراد از درخت، منشعب شدن حقیقت واحده از اصلیت خود بفرعیت متنوعه است، تا آنکه صورت درخت زرد آلو گرفت، و از پاشنه پائے یعنی از زیر پائے آن کس طبیعت که از بالائے نفس فلکیه فرود آمده بود بیرون آمد ۔

''بر سر آن درخت رفتیم'' یعنی ترقی کردیم از نفس نباتی بعالم حیوانی ۔ '' خربوزه کاشته بود و بفلاخن آب می دادند'' خربوزه از آثار متحیل الکیفیت است و لذیذ ترین میوهاست و مراد اینجا نفس انسانی است که مشتمل بر حیوانیت و ملکیت است، و بهر جانب که خواهد مستحیل می گردد چنانکه گفته اند ع

آدمی زاده طرفه معجونے است   کز فرشته سر رشته و ز حیوان
گر کند میل این شود به ازین   ور کند قصد آن شود به ازان

یعنی بعد از وصول بعالم حیوانی بعالمے رسیدند که دران عالم خربزه کاشته بودند، یعنی تربیت نفس انسانی میکردند - و آب بفلاخن می دادند، یعنی از عالم قدس که دور ترین عالم طبیعت است بفیضان قدسیه الهیه آب می دادند ۔

'' ازان درخت باذنجان فرود آوردیم '' یعنی نفس انسانی آثار عالم طبیعت گرفت، اورا بصورت باذنجان یافتیم که کثافت داشت ۔ '' و قلیهٔ زردک ساختیم و باهل دنیا گذاشتیم '' چون باذنجان کثیف و زردک لطیف است، ازین هر دو قلیه ساختیم، یعنی باهم مزاج دبدیم و برائے اهل دنیا گذاشتیم تا ذائقه لطافت و الم کثافت باستعداد طبیعی خود دریابند ۔ '' چندان بخوردند که آماسیدند '' بشهوات و مذوقات دنیا چندان پرداختند که تو گوئی آماسیده اند ع

چیست دنیا از خدا غافل بدن   در متاع و نقره و فرزند و زن
اهل دنیا کافران مطلق اند   روز و شب در جق جق و در بق بق اند

'' پنداشتند که فربه شدند از خانه بیرون نتوانستند رفت '' ۔ دانستند که این آماسیدن فربہی است، حالانکه بو فور حب جاه و شہوات دنیا در حقیقت فربہی ایشان آماسیدن بود، بحدے که خانه تن بر ایشان تنگ گردیده بود که بیرون نتوانستند رفت، یعنی خود را درکدورت ہوا جس نفسانی و رواجس حیوانی چنان مشغول و محبوس گردانیدند که دنیا بر ایشان تنگ شد ۔ '' در آن جابه نجاست ماندند '' ۔ یعنی در آلایش دنیا آلوده ماندند

'' وما باسانی از کید ایشان بیرون آمدیم '' یعنی ما چہار برادر در منازل تنزلات و مراتب تعینات که مختلف من حیث‌الظہور بودیم، در آخر از عالم امر روح مجرد گردیده درخانه تن قرار گرفته بودیم، از ''دنایس کل دنس و نقایص کل ہوس '' از مشغولیات جسانی که موجب حیرانی و سرگردانی بود بیرون آمدیم باسانی، و از کید ایشان فارغ گشتیم ۔ '' و بر در خانه خفتیم و بسفر روان شدیم '' یعنی چندے بر در خانه تن بغفلت توقف کردیم، چون بیدار شدیم شعور حقیقت خود ما را بسفر عالم قدس آماده کرد، پس بمقر اصلی خود باز گشتیم که کل شئی یرجع الیٰ اصله ۔

اردو ترجمه

حضرت خواجه گیسو دراز قدس سرہ کا یه رساله ایسے دقیق استعارات عمیق کنایات اور نادر اشارات اور لطیف عبارتوں سے پر ہے جن کے باریک نکات کو پانے سے منتہی کا ذہن اسی طرح عاجز ہے جیسے که ایک مبتدی کا ذہن ۔ ان دقیق مطالب کی تحقیق و تفتیش میں فکر و تفکر کی رسائی نہیں، اگرچه بعض صاحبان طبع سلیم و عقل مستقیم نے ان کی تشریح کی حتی الامکان کوشش فرمائی ہے، لیکن واقعه تو یه ہے که ساغر حقیقت سے انہیں بقدر ایک جرعه بھی نه مل سکا ۔

حضرت خواجه گیسو درازبنده نواز رحمة الله علیه نے اس رساله فیض استحاله میں واجب الوجود کی حقیقت احدیت کو مراتب تنزلات کے لحاظ سے مرتبه شہود تک جو گوناگوں صورتوں سے ظاہر ہوئی ہے بطور ایک چیستان کے بیان فرمایا ہے ۔ بقول

ز دریا موج گوناگوں بر آمد ز بیچونی برنگ چون بر آمد

غرض خاتمه میں حضرت ممدوح نے فرمایا که ارباب حقیقت اور دانشمند اصحاب ان رموز کو حل فرمائیں ۔

جاننا چاہئے که وجود بلحاظ ہویت، باعتبار مراتب ذہنی و خارجی، خاص و عام، مطلق و مقید ہر جگه ہے بلکه یه تمام مراتب وجود ہی کے ہیں ۔

لیکن ولا یکون معه شیئاً (یعنی الله تھا اور نه تھی اس کے ساتھ کوئی شے) اور کمالات کے اعتبار سے جو که اس کے لازمه ہیں، اس کو مرتبه احدیت اور مقام جمع کہتے ہیں ۔

اور لا بشرط لا شئے کے مرتبہ سے وہ ھویت ہے، جس نے کائنات کے آئینوں میں تفصیل کے ساتھ اور جامعیت انسانی کے آئینہ میں اجمالاً تجلی فرمائی ہے۔ ع

میرا قلب ہر صورت کو قبول کرنے والا بن گیا ہے - وہ ہرنوں کی چراگاہ اور راہبوں کا مندر ہے۔

اسماً الہی سے ہر اسم کی ایک معنوی صورت ہے جس کو حکما اپنی علمی اصطلاح میں " ماہیت " اور عرفا " عین ثابت " کہتے ہیں۔

جان لو کہ اسماً کی انیت تو حروف میں حروف کی انفاس میں اور انفاس کی ارواح میں اور ارواح کی قلوب میں اور قلوب کی (انیت) مقلب القلوب میں ہے رباعی۔

دیکھو تو اس کالبد خاکی میں ہم کیا ہیں ایک بانسری کی طرح قسم قسم کے راگوں والے ہی تو ہیں۔ جو نقش کہ ہمارے دل کی تختی پر سازوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہم نغمہ راز کے گراموفون ہی تو ہیں۔

علامہ اخگر اپنی تمہید میں مزید فرماتے ہیں کہ :

جاننا چاہئے کہ فکر کرنے والے کا ہم جلیس اور ہم نشین نفس ہے۔ اور ذکر کا جلیس خود حق سبحانہ تعالیٰ ہے، بدلیل " فاذکرونی اذ کرکم -" ذکر کا نتیجہ اور پھل معرفت و محبت ہے جو وصول الی اللہ کا پیش خیمہ ہے اور فکر توبہ کی تمہید ہے، پس سمجھو اور غفلت میں نہ رہو۔

بعد حمد و صلواۃ کے واضح ہو کہ حضرت گیسو دراز قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

" ہم چار بھائی تھے "۔ " ہم " سے مراد یہاں مرتبہ احدیت جمع ہے اور اس کے معنی حق سبحانہ تعالیٰ کا جامعیت کے ساتھ متجلی ہونا ہے، کیوں کہ مرتبہ احدیت محض میں اسماً اور صفات ذاتاً متحد بالذات ہیں، اور اس مرتبہ احدیت محض میں اسماً اور صفات کا تعین نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ تعین اول اسم اللہ کے تعین سے عبارت ہے جس کی حیثیت وجود علمی ہے، اور ہر اسم اس مرتبہ کے لحاظ سے تمام اسماً اور صفات کا ایک جامع مرتبہ ہے۔

اللہ سے مراد ایک ایسی ذات ہے جو تمام مراتب کمال کی جامع ہے۔ اور ذات کی یکتائی اس کی فردانیت کی حیثیت سے ہے جس کی دو صورتیں ہیں : ایک تو ذات غیب ہے جس سے مراد وہ حقیقت ہے جو غیب الحق (غیب الغیب) ہے۔ دوسرا مرتبہ اسماً ذات ہے جو اپنی وحدت میں اسماً کی حقیقت ہے۔ حقیقت اسماً کا یہ مرتبہ غیب ذات سے تمام امتیاز و اختصاص سے قطع نظر اسمائے ذات کا مشاہدہ ہے۔

اسماً الہی سے مراد ذات حق کا اختصاصی اوصاف سے تعین پانا ہے۔ مثلاً علیم و حکیم و قدیم۔ اور تعین کے معنی یہ ہیں کہ کسی اور کے مقابلہ میں اوس کا امتیاز ظاہر ہو، اس طریقہ پر کہ اس غیر کی شرکت نہ ہو، اور شاید کہ ہر تعین عین ذات ہے۔

تمام تعینات اعتباری ہیں، چوں کہ واجب الوجود ہونے کا تعین اور وجود ہے اس کا امتیاز، مرتبہ احدیت محض کے بعد احدیت جمع ہے، اس لئے ارشاد

ہوا کہ ہم تمام وجود اور ان کی صفات کے پیش نظر چار بھائی ایک ہی باپ کے تھے جو ہستی محض ہے ۔ اور ہر بھائی کا علیحدہ علیحدہ ایک حکم اورایک اعتبار ہے جن میں پہلا تو '' واجب الوجود '' ہے ۔ دوسرا '' ممکن الوجود ''، تیسرا ممتنع الوجود اور چوتھا عارف الوجود ۔

واجب الوجود تو وہ ہے جس کی ذات خود مقتضائے وجود ہو اور وہ اپنی بقا میں کسی غیر کا محتاج نہ ہو ، اور وجود کے معنی کون اور صورت ہے - عارفین کا قول ہے کہ وجوب و امکان اور امتناع امور اعتباری ہیں ' خارج میں ایک یا دو ، یا چار وجود نہیں ہیں ۔ البتہ تیسرا وجود امتناع (ممتنع) ہے' اس کا نہ تو ذہنی وجود ہے اور نہ وہ خارج میں ہی کوئی ثبوت رکھتا ہے۔ عرفانے تو ممتنع الوجود کے معنی اور بلند تراشے ہیں ، جس کا ذکر آگے آتا ہے ۔ وجوب (واجب الوجود) کا اقتضا خود اپنی ذات کے لئے ہے ' اور بغیر اس کے فیض کے کوئی چیز معرض وجود میں نہیں آسکتی ۔ امکان (ممکن الوجود) کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے کیونکہ وہ ایجاد کا محتاج ہے ۔

اعیان ممکنہ جوہریت اور عرضیت میں منقسم ہیں اور تمام اعیان جوہریت کے تابع ہیں' اور اعیان عرضیت جواہر کے تابع ہیں یا عقل و ذہنی لحاظ سے منبسط ہیں ' اور خارج میں عقول و نفوس مجردہ کی طرح بسیط ہیں ' مثلاً خارج میں اجسام بسیط یا اجسام بسیط سے مرکب ہیں مثلاً مولدات ثلاثہ۔ اور اعیان جوہریہ اور عرضیہ کا ہر عین' اعیان اجناس عالیہ اور سافلہ میں منقسم ہے ۔ اور ہر واحد (فرد) انواع میں سے ہر نوع کسی نہ کسی صنف میں بٹا ہوا ہے ' یہ سمجھ لو کہ ان میں سے ہر ایک مختلف اصناف اور اشخاص میں منقسم ہے ۔

متکلمین کا قول ہے کہ واجب کا وجود عین حقیقت ہے ، زاید بر حقیقت نہیں - اگر وجود اس کی ذات پر زائد ہو تو وہ عارض یعنی عرض کی تعریف میں آجائے گا ، بلکہ وہ تو خود بالذات جیسا کہ ہے ، ہے ، ورنہ غیر کا محتاج ہوگا اور بالذات ممکن کی تعریف میں داخل ہوگا ۔ اور یہ چیز منافی وجوب ہے ۔ بعض صوفیا' نے فرمایا ہے کہ واجب الوجوب کے معنی '' لازم الوجود '' ہیں جو وجود واجب کے واسطہ سے موجود ہوا ہو ، اور یہ انسان کا جسم خاکی ہے ، اس لئے کہ وجود جسمانی روح کے لئے لازمی ہے ۔ بغیر اس جسمانی وجود کے روح کا عالم غیب سے عالم شہادت میں ظہور پذیر ہونا ممکن نہیں ہے ۔

محققین کا کہنا یہ ہے کہ نور حقیقی نہایت مجلا (روشن) ہے جس کی جوہریت کی شعاعوں نے تمام عالم کو گھیر رکھا ہے ۔ اللہ جل شانہ اسم نور کی روشنی سے تمام کائنات میں ہر آن نئی نئی چیزوں کی تخلیق کی قدرت رکھتا ہے '' اللہ نور السموات و الارض '' کا اشارہ اسی طرف ہے ۔

متکلمین کا قول ہے کہ نور سے مراد صرف لون یعنی ''رنگ'' کا ظہور ہے نیز وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ وہی ظہور مطلق ہے جو '' ضو '' کہلاتی ہے اور اس کی ضد خفائے مطلق ہے جو ظلمت ہے ۔ اور نور و ظلمت کے ما بین ظل (عکس) ہے۔ اسی وجہ سے ان کا کہنا یہ ہے کہ '' ابرار کا مشاہدہ

تجلی اور ظلمت (استتار) کے درمیان ہے '' - کیونکہ محض نور کی تجلی بھی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے اور بینائی رویت کی تاب نہیں لاسکتی، بقولہ تعالی ''شانہ فلما ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسی صعقا '' ترجمہ حق سبحانہ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور موسی بیہوش ہوگئے -

جاننا چاہئیے کہ کسی کا ظہور جو خود بخود ہو مثلاً آفتاب یا آگ کی شعاع اس کو ضو کہتے ہیں ، اور اگر وہ اپنے غیر کی جانب سے ہو تو وہ نور ہے ، کبھی تو مضی یعنی نور بخشنے والے ملون سے روشنی (ضو) کا انعکاس اپنے غیر کی طرف سے ہوتا ہے ، اور کبھی تو روشنی اور لون دونوں منعکس ہوا کرتے ہیں - '' ضو '' بذات خود ایک باکمال کیفیت ہونے کی وجہ سے صاف و شفاف ہوتی ہے - کہا جاتا ہے کہ کسی شئے کی کونیت بشرطیے کہ اس کی مرئیت کا دار و مدار غیر پر منحصر نہ ہو تو اس کو '' ضو '' کہتے ہیں ' ورنہ وہ '' لون '' ہے -

شیخ الاشراقین نے حکمت الاشراق میں فرمایا ہے کہ ہر شے فی نفسہ نور ہوتی ہے یا ظلمت ، اور نور ایک حقیقت بسیط کا نام ہے - ظلمت نور کے فقدان کو کہتے ہیں ، اور نور مجرد کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا ، البتہ جو نور کہ خارج میں عارض جسم ہو تو وہ اشارہ' حسی کے قابل ہوتا ہے ' مثلاً آفتاب اور ستاروں کا نور - وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر شئے جو اپنے نفس (ذات) کے لئے نور ہو وہ نور مجرد ہے - اگر نور غیر مجرد ہو تو وہ عارض ہو گا ، پس اس لئے وہ نور ذاتاً اپنی ذات کے لئے نہ ہوگا - اگر نور عارض کا قیام مجردات پر مبنی ہو یا اجسام پر تو وہ نور لنفسہ (اپنی ذات کے لئے) نہ ہوگا ، اس کا وجود غیر کے لئے ہے ' لہذا اس کا نور بھی غیر کے لئے ہے -

نور مجرد و محض ایسا نور ہے جو اپنی ذات کے لئے ہے' کیونکہ اس کا قیام بذات خود ہے' سوچو اور سمجھو! دوسری چیز ظلمت یعنی تاریکی ہے جو نور کے مقابل ہے - اس کی تین قسمیں ہیں : پہلی قسم تو ظلمت حقیقی ہے ' جس کی رویت کسی طرح ممکن ہی نہیں' دوسری قسم محسوس ہے' جو صبح کے نور کے مقابلہ میں ظاہر و باہر ہے (صراحت کا محتاج نہیں) - عالم محسوس یا غیب و شہادت میں تنزل کی وجہ سے ظلمت کا شرف نور مطلق کے ادراک کا ذریعہ اور واسطہ بن جاتا ہے - اور ظلمات کے مراتب یوں ہیں کہ امتزاج اور اتصال نور حقیقی کے ساتھ ممکن ہے کہ '' اخرج النور من الظلمات '' - تیسرا مرتبہ '' ضیا '' ہے' جو نور اور ظلمت کا جامع ہے' اور اس کی حقیقت امتزاجیہ ہے - وہ وجود و عدم کے درمیان ایک برزخ ہے' کیونکہ نور وجود کی صفت ہے اور ظلمت عدم کی - یہی وجہ ہے کہ ممکن کو بذاتہ ظلمت کی تعریف میں داخل رکھا گیا ہے اور نورانیت کی وہ مقدار جو ممکن کو حاصل ہے وہ سب وجود کا طفیل ہے جو اس کے واسطہ سے پردہ عدم سے عالم ظہور میں جلوہ گر ہوا ہے - الخ -

'' نہ دیہ '' نو دیہات سے مراد وہ نو دیہات ہیں جن میں پہلا عالم

امر، دوسرا عقل، تیسرا نفس، چوتھا ہیولا، پانچواں طبیعت، چھٹا جسم، ساتواں افلاک، آٹھواں ارکان، نواں مولدات۔ یا شاید نو دیہات سے مراد پہلا ہیولائے اولیٰ ہو،؟ کیونکہ وہ عالم اعلیٰ صورت اولیٰ اور عنصر اول ہے، جس کا مقام افق عرش میں ''لا الہ الا ھو'' حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ اور وہ اس سے نور اور حکمت اور فضائل کا اکتساب کرتا ہے۔ پانچواں عنصر جرمی ہے اور وہ جسمانیت کا عنصر ہے جو طبیعت سے فیض حاصل کرتا ہے۔ چھٹا عالم جمادی، ساتواں عالم نباتی، آٹھواں عالم انسانی، بقول تعالیٰ: فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یا شاید نودیہات سے مراد اول عقول محض ہیں جس کے انوار عقلی قاہرہ ہیں۔ دوسرے نفوس مفارقہ ہیں جو جواہر عقلی اور انوار مدبرہ ہیں۔ تیسرے نفوس منطبعہ افلاک ہیں۔ چوتھے صور نوعیہ سموات، پانچویں صور کواکب، چھٹے طبایع اربعہ، ساتویں بسایط کلیات عناصر، آٹھویں صورت جسمیہ۔ نویں ہیولائے فلک الافلاک سے لے کر عالم کون و فساد کے ہیولا تک۔ اور غالباً نو دیہات سے مراد افلاک ہوں مگر اس ترتیب سے کہ پہلے کو دوسرے پر شرف حاصل ہے۔

''تین برہنہ تھے''۔ ان سے مراد واجب الوجود، عارف الوجود اور ممتنع الوجود ہیں جو اپنے مراتب کے لحاظ سے شائبہ کثرت سے دور وحدت کے پردہ میں مخفی ہیں، جو تعریف و نعت سے بلند و بالا ہے۔ برہنگی سے مراد تنزیہ ہے، یعنی واجب اپنے ذاتی مرتبہ میں ازل الازل جیسا تھا ویسا ہی ہے یعنی ''لا بشرط شئے'' ہے، یعنی وہ تمام نسبتوں اور اشارات سے منزہ اور تمام تعریفوں اور اسماء و صفات سے بری ہے۔ اور اس کی ذات احدیت عین وجود ہے کہ نہ تو لا تعین کی شرط ہے اور نہ ہی تعین کی شرط بلکہ وہ ہستی محض، من حیث ہوھو ہے۔ اطلاق و تقید اور تنزیہ سے بھی غیر مقید ہے، نیز اس مرتبہ میں بلا کسی تحدید کے اس کا وجود ہے (یعنی خفی در خفی ہے) چہ جائے کہ وہاں تشبیہ کا گمان ہو کہ یوں تقید کی قید میں آجائے۔

چنانچہ حضرت شیخ محی الدین عربی فرماتے ہیں۔

اگر تنزیہ کے ساتھ اسکا ذکر کرو تو اس پر حد عائد ہو۔ اور اگر تشبیہ کے ساتھ ذکر کرو تو اس پر تقید عائد ہو۔

جاننا چاہئے کہ ''جوہر'' ایسی ماہیت ہے کہ ''غیر وجود لا فی موضوع'' ہے کیونکہ اس کا وجود جوہر ہے اور موجودات میں اپنے غیر سے ممتاز ہے۔ اسی طرح عرض بھی ماہیت ہے مگر ایسا ''موجود فی موضوع'' ہے کہ اگر وہ موجود کی ذات میں پایا جائے تو اس کا وجود زاید بر ذات ہوگا۔

حق تعالیٰ کی ذات مطلق، جوہریت کے شوایب اور عرضیت کے نقایص سے بری ہے کیونکہ وہ وجود محض ہے اور بغیر تغیر و تبدل کے بالذات حاضر ہے۔ ذات حق کا بالکل کھراپن ہونا اور صرفیت خالص ہونا تمام اشارات اور نسبتوں سے مبرا ہے، چنانچہ وہ تمام صفات، اسماء اور عبارات سے معرا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ الواجب لیس بجوہر و عرض، یعنی ''واجب نہ جوہر

ہے نہ عرض "۔

عارف الوجود ۔ یہ بھی ذات حق سبحانہ کا ایک مرتبہ ہے جو تمام احتیاجی ہستیوں سے منزہ ہے، وہ خود اپنی ہستی سے قائم ہے اس کا علم بھی خود اپنی ذات سے ہے اور اپنی ذات کے لئے ہے ۔ بیت :

میں خدا ہوں میں خدا سر تا پا علم اور عالم سے جدا ہوں

ممتنع الوجود ۔ یہ مرتبہ غیر (شریک باری) بمقابلہ واجب الوجود ہے اور مسلوب الوجود ہے۔ چنانچہ عرفا کا قول ہے کہ ازل الازل میں سوائے ذات احدیت مقدسہ کے کسی شئے کو وجود کی ایجابیت حاصل نہ تھی، بقول "لاشئی الا اللہ" " ولیس کمثلہ شیئی " ۔ (ترجمہ) سوائے خدا کے کوئی موجود نہیں اور نہ وہ کسی چیز کے مالند ہے ع تیری ازلیت ساری اور ابدیت جاری ہے ۔ تو اپنی بقا سے خود باقی ہے ، اور تمام عالم فانی ہے ۔

ایک بھائی کے پاس کپڑے نہ تھے۔ اس سے مراد ممکن الوجود ہے جس نے وجود خارجی کا جامہ ابھی زیب تن نہیں کیا تھا۔ ممکن کی دو نسبتیں ہوتی ہیں، یعنی نہ ان کا وجود ضروری ہے، اور نہ اس کا عدم ۔

اس برہنہ بھائی کے پاس (آستین میں) کچھ زر نقد تھا۔ لباس نہ رکھنا بھی برہنگی کے حکم میں داخل ہے اور آستین میں زر نقد رکھنے سے اشارہ یہ ہے کہ " کنت کنزاً مخفیاً "، کے خزانے یعنی معرفت الہی کی حقیقت سے بقدر ضرورت ذاتی خود وہ وجود سے بہرہ ور تھا ۔

" ہم بازار گئے تاکہ شکار کھیلنے کے لئے تیر و کمان خرید لائیں " ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم بازار کثرت میں نکل آئے، جس کو دنیا کہتے ہیں ۔ بقول الدنیا مزرعۃ الاخرہ "، یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے ۔ جو کچھ یہاں بو گے وہی آخرت میں پاؤ گے ۔ غرض ہم اس بازار میں ہرنوں کے شکار کے لئے جس سے مراد حقائق و معارف اسماء الہی و کونی ہیں، جستجو اور تلاش کے تیر، بقول لیس للانسان الا ما سعی (یعنی سوائے جد و جہد کے انسان کے لئے کوئی چارہ نہیں) اور نفس کی توجہ کی کمان کو خرید لیں، تاکہ ہم کو " رجوع الی اللہ " حاصل ہو جائے ۔

" قضا رسید " یعنی اتنے میں فرشتہ اجل آن پہونچا جو حکمت الہی اور مشیت خداوند کی عین اقتضا تھی ۔

"غرض ہم چاروں کے چاروں بھائی تہ تیغ کر دئے گئے " یعنی چاروں وجود متذکرہ صدر وجود انسانی کی اشو و نما میں جذب ہوگئے ۔ اور انسان بقول انی جاعل فی الارض خلیفہ (یعنی انسان کو ہم نے دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے) گوناگوں مظاہر کے ساتھ عالم بالا کے پردہ سے اس جہان میں آموجود ہوا ۔ پس علم واعیان میں تمام موجودات کے جو حقائق ہیں وہ حقیقت انسانی کے مظاہر ہیں اور حقیقت انسانی اسم جامع کی مظہر ہے ۔ حقیقت انسانیہ کا ظہور عالم میں ہوتا ہے ۔ اس وجہ سے عرفاء عالم کو " انسان کبیر "کہتے ہیں ۔ عالم انسانی "حقیقت انسانیہ" سے ظہورات پر مشتمل ہے ۔ چنانچہ اولین مظہر انسانی صورت

'' روحیه مجرده'' ہے جو '' طبیعت کلیه '' کے مطابق ہے ۔ اور بصورت عضویت عالم کبیر کے اجسام کے مطابق ہے ۔ صغیر و کبیر کی تختی پر مظاہر انسانیه کے یه تنزلات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ عالم انسان کبیر ہے معنی کے اعتبار سے ہے اور عالم انسان صغیر اس اعتبار سے ہے که تمام تجلیات ذاتی ' رسمی و حقتی اس کے اندر مضمر و متمکن ہیں '' لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم '' (ہم نے ان کو احسن تقویم پر پیدا کیا ہے) اور ملائکه سبوحین نے اعتراف کیا اور یه که اٹھے ۔ لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم (ہم کو جتنا علم دیا گیا ہے ہم اسی حد تک جانتے ہیں' تحقیق که اے اللہ تو ہی علیم و حکیم ہے)۔
'' طرفه یه که چوبیس زنده اٹھ بیٹھے ''۔ یعنی یه چار وجود (چاروں مقتول انسانی میں پوشیده تھے اور حقیقت احدیته کے عین تھے اور مرتبه غیب مطلق میں مندمج تھے' علم الٰہی میں اپنی گونا گوں صورتوں، حیثیتوں اور خصوصیات کی وجه ایک ایک اسم اور رسم سے موسوم ہو کر چوبیس مظاہر کی صورت میں نمودار ہوئے جو درج ذیل ہیں :

لاہوت' جبروت' ملکوت' ناسوت' عقل کل' نفس کل' عقل کلی' نفس کلی' روح اعظم' نفس نباتی' نفس حیوانی' نفس انسانی' قلب' روح' شعور' نفس اماره ' نفس لوامه' نفس ملہمه' نفس مطمئنه' زمان' مکان' جہت' تعین ۔

''اس وقت ہم کو چار کہانیں نظر آئیں جن میں تین تو ٹوٹی ہوئی تھیں اور ایک میں نه تو دونوں گوشے تھے اور نه خانے ''۔ چار کہانوں سے مراد ایک تو عالم اعیان خارجیه' دوسرا عالم ارواح، تیسرا عالم مثال' چوتھا عالم اشباح یعنی اجسام ہے ۔

'' تین ٹوٹی ہوئی کہانوں '' سے مراد ۱۔ عالم اعیان خارجیه ۲۔ عالم ارواح ۳۔ عالم مثال ہیں ۔

'' پہلی کہان '' سے مراد تعینات عدمیه ہیں۔ اعیان کو وجود مطلق سے جو امتیاز حاصل ہے وہ یہی ہے که ان کو '' عدم '' سے نسبت ہے ۔ اللہ والوں کے پاس مخلوق عدم ہے اور وجود کلی اللہ ہی کے لئے ہے ۔

''دوسری کہان'' سے مراد عالم ارواح ہے جو تعین جوہر مجرد ہے ' اور یه تعین عوارض جسمانی' الوان و اشکال سے مجرد و مبرا ہے ۔

''تیسری کہان'' سے مراد عالم مثال یعنی عالم لطیف ہے جو عالم مجردات کے ' مابین برزخ ہے اور اس عالم میں یه تمام اجسام مجرده ہیں جو مواد (یعنی معطیات) سے مجرد اور پاک ہیں' البته ان کا امتداد اجسام کی طرح ہے مگر یه بلا وصل اور فصل کے ہے ۔ چوتھی کہان سے مراد عالم اشباح ہے جو عالم شہادت ہے' کیوں که یه عالم امکان ہے ۔

''ایک کہان کے دونوں کان ٹوٹے ہوئے تھے'' اس سے مراد ممکن (ممکن الوجود) ہے جس کا نه تو وجود ضروری ہے نه عدم ۔ اس کے دونوں خانے بھی نه تھے یعنی طرفین کی ایک دوسرے سے ضرورت وابسته تھی جو اس کے (وجود کے) لئے لازم تھی ۔

عالم اشباح : یعنی عالم ممکنات و شہادت جس میں عرش و کرسی اور فلک اطلس شامل ہے، اور جو اسہات کی حدود متعین کرتا ہے۔ یہ تمام بساط ہیں میں جو طبیعت خامسہ ہیں اور غیر طبایع (طبی) عناصر میں شامل ہیں ۔

''وہ برہنہ زردار بھائی،، یعنی ممکن الوجود جس کے پاس واجب الوجود کے خزانہ سے کچھ زرنقد موجود تھا ، اس نے ''بے گوشہ اور بے خانہ کہان کو خرید لیا،، جس کا منشا' وہ امکان ہے جس کی باھمی صورت ایک دوسرے سے وابستہ ہے ، اس لئے بے گوشہ اور بغیر خانہ کی کہان کی ضرورت کی خاطر خرید لی ۔

ایک تیر کی ضرورت تھی ۔ یعنی استعداد چاہئے تھی تاکہ اس کے ذریعہ حقیقت کونیہ کا شکار کیا جائے یعنی اس کو قابو میں کر لیا جائے ۔

''چار تیر ھاتھ آگئے ' ان میں تین ٹوٹے ہوئے تھے اور ایک میں تو پر اور پیکان ھی نہ تھا''۔چار تیر کا استعارہ چاروں عناصر کی طرف ہے یعنی آگ، ھوا، پانی اور مٹی۔ جن کے پہلے تین تو پراگندہ تھے یعنی ان میں باھم سکون اور استقلال نہ تھا ، اور چوتھے میں پر و پیکان ھی نہ تھا، یعنی اس میں خود بخود حرکت کرنے کی خاصیت نہ تھی ، اور نہ اس میں اجسام کونیہ میں اثر انداز ہونے کی استعداد تھی ۔

''اس تیر بے پیکان کو خرید کر ہم چلے جنگل کو شکار کھیلنے ''
یعنی طبیعت کلیہ کو حاصل کر کے اس حقیقت کی طلب میں جو عالم انسانیت میں موجود تھی صحرائے شہود میں پہنچ گئے ۔

''وھاں ہم کو چار ھرن نظر پڑے جن میں تین مردہ تھے اور ایک میں جان یعنی سکت ھی نہ تھی'' چار ھرنوں کا استعارہ طبایع اربعہ ھیں اور طبایع کو ھرن سے تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ ابھی ان میں باھم ھم آھنگی نہ تھی، بلکہ ان کی طبیعت میں گریز کی صفت تھی، اور تین مردہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ آگ، پانی اور ھوا، مزاج اور امتزاج باھمی کے فقدان کی وجہ مردہ تھے۔ ایک میں جان (سکت) نہ تھی یعنی خاک میں ان سے عدم مزاج و امتزاج کی وجہ کوئی حرکت نہ تھی۔

'' اس برہنہ دولتمند ، کہان کش تیر انداز بھائی نے اس بے گوشہ اور بے خانہ دار کہان سے تیر بے پر و پیکان کو اس سے بے جان آھو پر مارا '' ۔ یعنی ممکن الوجود جس نے واجب الوجود کے خزانہ زر وجود حاصل کیا تھا ، اپنی بے گوشہ اور بے خانہ انی سے بے پر و پیکان تیر کو ، جس کی فریقین میں سے ایک نہ ایک کی ضرورت پوری ھو سکتی تھی ' اس بے جان ھرن یعنی خاک کو جو مزاج اور امتزاج کے فقدان کی وجہ جو اس کو غیر متحرک طبایع اربعہ سے حاصل نہ تھی ، عدمیت سے اس کی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے مارا (گویا حرکت پیدا کر دی) ۔

''اب ھم کو ایک کمند کی ضرورت داعی ھوئی تاکہ شکار کو فتراک (تسمہ) میں باندھ لیا جائے''۔کمند سے مراد یہاں ''مزاج'' ہے تاکہ طبیعت کے شکار کو جو مٹی میں مضمر تھا ، باھمی تفریح کے فتراک سے باندھ لیں (یعنی امتزاج پیدا کردیں) ۔

"چار کمندیں نظر پڑیں، جن میں تین تو پارہ پارہ تھیں اور ایک میں دونوں کنارے اور میانے نہ تھے"۔ چار کمندوں سے مراد ایک تو کہان ہے جسم مطلق کی، دوسری جسم نامی کی، تیسری جسم حساس اور متحرک بالارادہ کی، چوتھی جسم ناطق کی۔ ان میں تین جسم ذاتی خصوصیات کے سبب آپس میں ممتاز ہیں۔ مثلاً ایک جسم توابعاد سہ گانہ کو قبول کرنے والا ہے، اس سے مختلف جسم حساس و متحرک بالارادہ ہے حیوانی خواہشات کی بنیادوں اور تحریکوں کا مصدر ہے، اس لئے ہر ایک اپنی خاصیت اور حکم کے مد نظر مختلف تھا، یعنی جمادیت کی حیثیت سے تو مجرد اور نباتیت کی رو سے ایک درخت اور حیوانیت کے لحاظ سے بالارادہ مشہور ہے۔ اور وہ ایک کہان جس کے دونوں کنارے اور میانہ (وسطی حصہ) نہ تھا، جسم ناطق ہے، جو باوجود جسمیت، نامیت، حساسیت اور متحرک بالارادہ ہونے کے معقولات کو پا سکتا ہے، اور یہ وہ روح انسانی ہے جو حقیقت امر الہی کی مظہر ہے، اور روح مجرد کی صورت میں طبیعت کلیہ کے مطابق اور اعضا کی شکل میں اجسام بسیط کے مماثل ہے۔ اور ہر دو کرانہ و میانہ نہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ روح نہ تو داخل جسم ہے اور نہ خارج جسم اور نہ محل کے درمیان کوئی حال (حالت) چوں کہ روح عالم امر سے ہے، اس لئے جسم اور جسمانیت کی قید سے بالکل مبرا ہے، تمام آلودگیوں کے قید سے مجرد۔ وہ تمام عقدوں کو مربوط کرنے والی ہے، اجسام کی آلائش سے اس کی آزادی کو پابند نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ خیال (کی نظر) اس کی ذاتی صورت کے لوح پر وجود کے نقش سے کوئی صورت نقش کرسکتا ہے ع۔

"عبد مقام سے اتر کر ایک عزت والی فاختہ (مجازاً روح) تیری طرف آئی ہے۔ وہ ہر جاننے والے کی آنکھ سے چھپی ہوئی ہے۔ اور یہی وہ ہے جو بے نقاب ہوگئی ہے اور برقع میں ملبوس نہیں ہے۔"

روح کو عالم امر سے جسم کے ساتھ جو نسبت و تعلق ہے، اس کو نفس کہتے ہیں، خواہ وہ روح نباتی ہو یا حیوانی یا انسانی۔ اس نسبت کا قطع ہوجانا موت ہے، بقولہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت سے مراد اسی تعلق کا منقطع ہوجانا ہے، باری تعالیٰ نے نفس انسانی کی قسم کھائی ہے۔ بقولہ "نفس و ما سوٰی ھا فالھمھا فجورھا و تقواھا"۔

جاننا چاہیے کہ بقول محققین عرفا، وہ برزخ جو روح کے دنیوی زندگی سے جسم سے مفارقت کے بعد قایم ہوگا اس برزخ سے جداگانہ ہے جو ارواح مجردہ اور اجسام کے درمیان ہے، کیوں کہ وجود کے مراتب تنزل و عروج کی دو نسبتیں ہیں۔ ایک مرتبہ تو وہ ہے جو دنیوی نشو و نما کے قبل تھا اور دوسرا جو اس کے بعد ہوگا، وہ عروج کے مراتب میں داخل ہے اور خود ایک مرتبہ عروج ہے۔ ایک اور برزخ ہے جس میں کہ وہ صورتیں ظاہری مرتبہ ارواح کو لاحق ہوتی ہیں جو برزخ میں لاحق ہوتا ہے سابقہ افعال کے نتائج اور اعمال کی صورتیں ہیں جو دنیا میں برزخ اول کی صورتوں کے خلاف صادر ہوتی تھیں، چنانچہ کسی طرح اور کسی وجہ سے بھی دونوں برازخ ایک نہیں ہوسکتے البتہ ان میں

مشارکت ہوسکتی ہے، کیونکہ یہ دونوں عالم روحانی اور جوہر نورانی غیرمادی ہیں، اور صور عامہ پر مشتمل ہیں۔ برزخ اول کو غیب امکانی اور دوم کو غیب محالی کہتے ہیں! سمجھ لو!

عالم مثال ایک عالم روحانی ہے جو جوہر نورانی سے ہے، اور جوہر جسمانی سے مشابہ ہے، اس وجہ سے کہ وہ محسوس اور جوہر مجرد عقلی کی شبیہ ہے، اس لئے نورانی ہے۔ بہر حال یہ عالم نہ تو مجرد جوہر عقلی ہے اور نہ مادی جسم مرکب ہے، بلکہ برزخ ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان جو دو چیزوں کے مابین ہوا کرتی ہے برزخ ایک حد فاصل ہے۔ طرفین کی جانب سے ایک نصیب اور اپنے دونوں رخوں سے ایک شبیہ رکھتی ہے۔ برزخ عالم جسمانی کی صورتوں اور مثال صوری پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال صوری وہ ہیں جو علم الہی میں موجود ہیں، ان کا نام اعیانی صورتیں اور حقایق ہے۔ عالم مثال کو خیال منفصل بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ وہ غیر مادی ہے۔ اس کے کمالات سے معانی میں سے ہر معنی ارواح میں سے ہر روح کو مطابقت حاصل ہے۔

"شکار کو ہم نے اس بغیر کنارے اور میانہ والی کمند میں باندھ لیا"، یعنی نفس ناطقہ انسانی کو ہم نے جسمانیت کے کمند میں باندھ لیا، کیونکہ وہ بے کرانہ اور بے میانہ یعنی نہ داخل جسم تھا اور خارج جسم۔

"ایک مکان کی ضرورت تھی تاکہ ہم وہاں قیام کریں اور شکار کو پکائیں"۔ اور وہ ضرورت ایک قالب جسمانی کی تھی، کیونکہ اس میں بغیر قیام کئے، روح جیسے شکار کی پخت و پز نہیں کی جاسکتی، یعنی نفس انسانی کی تکمیل کے لئے بالراست ایسے ہی گھر کی ضرورت ہے کیونکہ روح بغیر جسم کے اس جگہ کوئی کام نہیں کرسکتی اس لئے کہ حصول سعادت کا انحصار اس مالا مال لہلہاتے کھیت پر ہے: ع

"اس جسمانی رباط کو جب تم نے خیرباد کہہ دیا تو پھر تمہارے لئے کوئی اور ٹھکانہ نہیں اس لئے تم اس منزل سے زاد سفر کیوں نہیں لے جاتے؟"

"ہم کو چار مکان نظر آئے جن میں تین تو ٹوٹے ہوئے تھے اور ایک کی تو دیوار اور چھت ہی غائب تھی"۔

چار مکانات سے مراد یہاں چار عناصر ہیں، جن کے منجملہ تین تو ٹوٹے ہوئے تھے یعنی آگ، ہوا اور پانی پراگندہ تھے، اور ایک مکان جس کی چھت اور دیوار ہی نہ تھی وہ عنصر خاک ہے۔ اس گھر میں ایسی چھت جو آثار علمیہ کو روک سکے موجود نہ تھی۔ اور نہ ایسی ہی دیوار تھی جو طبیعت کے استقلال کو قایم رکھ سکے۔ یعنی چھت اور دیوار کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ مٹی کا گھر زمانہ کے حادثات اور تغیرات سے جن کا امکان ہو محفوظ و مصئون نہ تھا۔

"ہم کو ایک دیگ نظر پڑی، مگر وہ ایک ایسے بلند طاق پر رکھی ہوئی تھی جس پر کسی حیلہ سے بھی ہمارے ہاتھ کا اس تک پہنچنا محال تھا"

دیگ سے مراد یہاں طبیعت ہے، جن میں مخالف کیفیتوں کے عناصر کو

بھی ایک مزاج اور ایسا اتحاد حاصل ہو جاتا ہے کہ پھر کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے ، جب تک مشیت الہی شامل حال نہ ہو۔ طاق بلند سے مراد فلک نفس ہے ، چنانچہ حکیم مجریطی کا قول ہے کہ فلک نفس چار افلاک کے درمیان واقع ہے اور اس کے اوپر افلاک منور اور مہذب اور بھی ہیں جو ہیولائے اول اور عقل سے موسوم ہیں ۔ ان کے نیچے دو افلاک تاریک اور اسفل ہیں، جو طبیعت اور عنصر کہلاتے ہیں۔ پس اگر ان دونوں افلاک اعلی کے جو منور فاضل اور سعید ہیں ، جن کا ملجا اور ماوی فردوس اعلی ہے ، جن سے نفس امداد حاصل کرتا اور ابھرتا ہے اگر وہ ان پر غالب آجائے تو ان دونوں افلاک کے آثار جو ظلمت اور صفات ذمیمہ کے حامل ہیں جن کا مستقر نار سفلی ہے، اور نفس ان سے مستفید اور اثر پذیر ہوجاتا ہے تو پھر نفوس حیوانی و نباتی اور جمادی میں نہ تو عقل ہے اور نہ ہیولائے عالیہ سے استفادہ کی سکت باقی رہتی ہے ، کیونکہ ان نفوس میں ان دونوں کی تخلیق (جاعلیت) کی قوت نہیں ہے ۔ البتہ دونوں فلک اسفل یعنی طبیعت اور عنصر کا ٹھکانہ اور مستقر " خاک " ہے اور خاک ہی علم کی قوت سے ان دونوں سے ابھرتی اور توازن حاصل کر سکتی ہے ، پس طبیعت تو گویا ایک دیگ ہے جس کو بلند طاق پر رکھا گیا ہے ، اور وہ بلند طاق فلک آخر ہے ۔ طبیعت کریمہ کے استحصال کی کسی حکیم کو قدرت حاصل نہیں سوائے اس کے کہ حق سبحانہ کی طرف سے کوئی وہبی قوت کام کرے ۔

" ہم نے چار گز عمیق گڑھا اپنے پاؤں تلے کھود لیا تاکہ ہمارا ہاتھ اس دیگ تک پہنچ جائے "۔

چونکہ طبیعت کریمہ (حسنہ) کا حصول نفس فلکیہ سے بغیر استطقسات کے محال تھا، اس لئے چار عناصر کی مقدار کی لحاظ سے جو آخری فلک کے نیچے واقع ہیں دانائی اور حکمت سے جب تک کوئی تدبیر نہ کی جائے ، نفس فلکیہ سے طبیعت کریمہ کا حاصل کرنا جو پانچویں طبیعت ہے ممکن نہیں ۔ اور گڑھا کھودنے کا منشایہ ہے کہ جب حکما، چاہتے ہیں کہ طبیعت کریمہ (معتدل مزاج) حاصل کریں تو وہ ایک گڑھا کھود کر اس میں عمل تعفین سے طبیعت کریمہ کو حاصل کرلیتے ہیں ۔

" جب شکار پک کے تیار ہوگیا تو ایک شخص اس بلند طاق سے اتر کر نیچے آیا اور کہا کہ مرا حصہ دے دو جس کا میں مستحق ہوں "۔

جب طبیعت کریمہ نے چار عناصر کے ساتھ مل کر ایک مزاج پیدا کرلیا تو نفس طبعی، نفس فلکیہ سے نیچے اتر آیا اور ادعا کیا کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے ۔ یعنی میری استعداد و قابلیت کے لحاظ سے مجھ کو بھی میرا حصہ ملنا چاہئے لہذا پہلے پہل تو اس نے اپنا حصہ نفس نباتی سے حاصل کرکے نموحاصل کیا ۔

" پس کامل و مکمل بھائی نے جو کمین گاہ میں بیٹھا ہوا تھا اس شکار سے ایک ہڈی دیگ سے نکال اس کے سر پر دے ماری " یعنی روح حیوانی جو طبیعت میں جا گزین تھی اور نفس طبیعت میں پختہ ہوکر امتزاج پا تھی چک

اور هڈی کی طرح سخت ہوگئی تھی، اس کے سر پر یعنی نفس نباتی پر جو طبیعت کی دیگ سے اپنا حصہ طلب کر رہا تھا، دے ماری یعنی روح حیوانی نے نفس نباتی پر غلبہ حاصل کرلیا۔

"اس کے پاؤں کی ایڑی سے خوبانی (زرد آلو) کا درخت پیدا ہوا"۔ یعنی زرد آلو کی زردی کی مناسبت سے وہی زرطلا ہے، جو اس برہنہ شخص کی آستین میں موجود تھا۔ زرد کے لفظ سے دال حذف کرنے کے بعد "زر" کا لفظ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی حقیقت وجود کے زر سے مراحل اسمی اور منازل رسمی، مختلف ذوات اور صفات متشخصہ کے طے کرنے کے بعد "زر" ہی زرد آلو ہوگیا اور درخت سے مراد حقیقت واحد کا اپنی اصلیت سے مختلف نوع کی شاخوں میں پھیل جانے کا نام ہے حتیٰ کہ وہ زرد آلو (خوبانی) کی صورت میں نمودار ہوگئی یعنی اس شخص کے پاؤں کے نیچے سے جو طبیعت کہ فلک نفس کے اوپر سے نیچے نازل ہوئی تھی، ظہور پذیر ہوگئی۔

"ہم اس درخت کے اوپر چڑھ گئے" یعنی نفس نباتی سے ترقی کرکے نفس حیوانی تک پہنچ گئے۔

خربوزہ کی کاشت کی گئی تھی اور بھن سے اس کو پانی پہنچا رہے تھے۔ خربوزہ چونکہ متحیل الکیفیت (ایک خاص کیفیت والا) ہوتا ہے اور سب سے لذیذ میوہ ہے۔ اس سے مراد یہاں نفس انسانی ہے جو حیوانی اور ملکوتی صفات پر مشتمل ہے اور جس طرف چاہے وہ جھک جاتا ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا: ع

"آدمی زاد ایک طرفہ معجون ہے، جس کی سرشت میں فرشتہ پن بھی ہے اور حیوانیت بھی۔ اگر وہ اس طرح مایل ہو تو فرشتہ سے بھی بہتر ہوجاتا ہے اور اگر اس طرف رغبت کرے تو پھر اس سے تو جانور ہی اچھا ہے"۔

یعنی عالم حیوانی حاصل ہو جانے کے بعد ہم ایسے عالم میں پہنچ گئے جہاں خربوزہ کی کاشت کی جارہی تھی، یعنی یہاں نفس انسانی کی تربیت ہو رہی تھی۔ اور گوبھن سے پانی سینچ رہے تھے، یعنی عالم قدس سے جو طبیعت کی دنیا سے دور بہت ہے، اللہ تعالیٰ کے مقدس فیض کے پانی سے اس کی آبیاری کر رہے تھے۔

"اس بازنجان (بایینگن) کے درخت سے ہم نیچے اتر آئے" یعنی نفس انسانی میں عالم طبیعت کے آثار پیدا ہوگئے اور ہم نے اس کو باذنجان کی صورت میں پایا، جس میں کثافت بھری ہوئی تھی۔ "اور گاجر کا قلیہ بنایا اور اس سے دنیا داروں کی ضیافت کی"۔ چونکہ بینگن کثیف اور گاجر لطیف ہے ان دونوں کو ملاکر ہم نے قلیہ تیار کیا یعنی دونوں میں امتزاج پیدا کردیا اور اس کو اہل دنیا کی ضیافت کے لئے چھوڑ دیا اس کے ذایقہ کی لطافت اور کثافت کی بدمزگی سے اپنی طبیعت و استعداد کے لحاظ سے اس سے مستفید ہوں۔

"انہوں نے اس کو اتنا کھایا بے حلق ہوکر کہ تمام جسم سوجھ گیا" یعنی دنیا کے لذایذ اور شہوتوں میں اس قدر محو ہوگئے گویا کہ ان پر سوجن چڑھ گئی ہے، بیت:

" دنیا مال و دولت اور بیوی بچوں میں پھنس کر خدا سے غافل ہوجانے کا نام ہے۔ دنیا دار کافر مطلق ہیں، جن کو رات دن جق جق و بق بق کے سوا کچھ کام نہیں۔"

وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم خوب موٹے ہوگئے ہیں، حتیٰ کہ موٹاپے کی وجہ سے ان کا گھر سے باہر نکلنا بھی دشوار ہوگیا۔

یعنی ان کو یہ وہم تھا کہ یہ سوجن نہیں بلکہ موٹاپا ہے، حالانکہ حب جاہ اور دنیا کے لذاید و شہوات کی کثرت کی وجہ سے ان کا یہ موٹاپا جو گویا سوجن تھی، اس حد تک پہنچ گیا کہ جسم کا یہ گھروندا ان پر اس قدر تنگ ہوگیا کہ باہر نکلنا دشوار تھا یعنی نفسانی خواہشات کی کدورتوں اور حیوانی آلودگیوں میں اس قدر پھنس گئے کہ دنیا ان پر تنگ ہوگئی۔

" اس مقام پر وہ نجاست میں آلودہ ہوکر رہ گئے" یعنی وہ دنیا کی آلایش میں پھنس کر رہ گئے۔

"غرض ہم کو آسانی کے ساتھ ان کے مکر و فریب سے چھٹکارا حاصل ہوگیا" ۔ مختصر یہ کہ تنزلات کے منازل اور تعینات کے مراتب کے لحاظ سے ہم چار بھائی تھے جو ظہور کے اعتبار سے مختلف تھے ۔ آخر کار اس سے روح مجردکی صورت میں اس جسم کے گھروندے میں متمکن ہوگئے اور تمام نجاستوں کی آلودگی اور خواہشات کے نقائص سے جو جسمانی مشغولیتوں کی وجہ سے ہم کو حیرانی اور سرگردانی میں مبتلا کئے ہوئے تھیں ان سے آسانی کے ساتھ باہر نکل آئے ۔ اس طرح ان کے مکر و فریب سے ہم کو نجات مل گئی اور اپنے گھر کے دروازہ پر سو رہے جب آنکھ کھلی تو پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے یعنی کچھ مدت تک اس جسم خاکی کے قفس میں غفلت میں پڑے رہے ، جب ہماری آنکھ کھلی تو اپنی حقیقت کے شعور نے ہم کو عالم قدس کے سفر کے لئے آمادہ کر دیا بالآخر ہم اپنے اصلی مقام عقبیٰ پر واپس آگئے۔ بقول "کل شئی یرجع الی اصلہ یعنی ہر شئے اپنی اصل حقیقت کی طرف رجوع کرتی ہے ۔

سخاوت مرزا

ماخذات

۱ - اخبار الاخیار مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔

۲ - اسرار الاسرار مصنفہ خواجہ سید محمد گیسو دراز مطبوعہ ۱۳۴۱ف ۱۳۵۱ھ حیدرآباد ۔ دکن ۔

۳ - تاریخ حبیبی مولفہ عبدالعزیز ابن شیر ملط مترجمہ نواب معشوق یار جنگ ۔مطبوعہ ۱۳۶۸ھ

۴ - تاریخ محمدیہ حالات و انساب خاندان حضرت خواجہ بندہ نواز - مولفہ جہاں نما علی شاہ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ حیدرآباد دکن ۔

۵ - جوامع الکلم فارسی مولفه سید اکبر حسینی فرزند خواجه بنده نواز
مطبوعه حیدرآباد دکن -
۶ - حالات خواجه بندہ‌نواز قدس سره مولفه حافظ سید عطا حسین
مطبوعه ۱۳۲۰ حیدرآباد - دکن -
۷ - خود نوشت سوانح علامه اخگر حیدرآبادی - معطیه عابد علی بیگ
فرزند اخگر - قلمی -
۸ - سخنوران چشمدیده مولفه ترک‌علی‌شاه ترکی نور محلی لاهوری - مطبوعه
حیدرآباد - دکن -
۹ - سیر محمدی (فارسی) معه ترجمه اردو مولفه شاه علی سامانی مرید خواجه
بنده نواز مطبوعه اله آباد ۱۳۴۷ھ -
۱۰ - شکار نامه دکنی مطبوعه رساله "شهباز" گلبرگه فروری ۱۹۶۲ء -
۱۱ - شوامل الجعل در شمایل الکمل فارسی قلمی - مولفه سید شاه کلیم الله
نبیرهٔ خواجه بنده نواز (کتب خانه روضه شیخ گلبرگه) -
۱۲ - لطائف اشرفی - حالات میر اشرف جهانگیر سمنانی -
۱۳ - مآثر دکن (اردو) مولفه سید علی اصغر بلگرامی مطبوعه حیدر آباد -
۱۴ - مکتوبات خواجه بنده نواز - مرتبه رکن الدین علاء قریشی گوالیاری
مطبوعه حیدرآباد دکن ۱۳۶۲ھ -
۱۵ - یازده رسائل خواجه بنده نواز مرتبه عطاء حسین انجینیر، حیدرآباد
دکن ۱۳۶۰ھ -